ایک علمی خوش خبری

عربی ادب کے ایک نایاب گنجینے کی دستیابی

(از جناب مولانا سید بدرالدین صاحب علوی استاذ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

دوسری صدی ہجری کے اعلیٰ درجہ کے شعراء میں بشار بن برد مادرزاد نابینا ہوتے ہوئے بھی بہترین [شاع]ر تسلیم کیا گیا ہے وہ کثیر الشعر تھا اور اس کا کلام مقبول بھی ہوا لیکن جس اعتنا کا مستحق تھا حاصل نہ کرسکا [اس]کا سبب اس کی لامذہبی کا چرچا بے باکی اور برسر اقتدار جماعت کے ساتھ اس کا سیاسی اختلاف تھا [اس] لیئے اس کے اشعار کی پوری حفاظت نہیں ہوئی اور اس کے دیوان کا وجود مشکوک ہی رہا بیعت الدولہ [ک]ے دربار کے دو شاعروں نے جو بھائی بھائی تھے اور خالدیان کہے جاتے تھے اس کے کلام کا انتخاب [کیا] تھا جس کی شرح پانچویں صدی کے ایک ادیب اسمٰعیل ابن احمد نے لکھی تھی۔ یہ متن اور شرح بھی [گو]شہ گمنامی میں پڑ گئے اور بجز کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن کے کہیں ان کا سراغ نہ ملا۔ راقم الحروف [ن]ے اس مجموعہ کی خدمت کی اور مصر کی لجنۃ التالیف نے ۱۹۳۵ء میں اس کو شرح المختار من شعر بشار [ک]ے نام سے شائع کیا۔

جیسے ہی یہ کتاب شائع ہوئی میرے محترم دوست اور نامور مستشرق ڈاکٹر کرنکو نے کیمبرج [س]ے مجھے بشار کے دیوان کے وجود کی خوشخبری سنائی ان کے خط مورخہ ۱۵ر اپریل ۱۹۳۶ء کا اقتباس [حسب ذیل] ہے۔

"آج مجھے تیونس کے شیخ الاسلام اور وزیر عدالت سیدی محمد الطاہر بن عاشور کا خط [آی]ا ہے۔ انھوں نے شرح المختار کا ایک نسخہ خریدا ہے اور ان کے ذاتی کتب خانہ میں ایک [قل]می نسخہ دیوان بشار کا موجود ہے جس کی وہ شرح لکھ رہے ہیں مشکوک مقامات پر وہ میری

مدد کے خواہاں ہیں اور شرح کی تکمیل کر کے جلد شائع کرنے کا قصد ہے۔"

اس اطلاع پر میں نے براہِ راست شیخ کو دیوان کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے خط لکھا۔ غالباً یہ وہی دیوان ہے جس کا ذکر دمشق کے مجلہ المجمع العلمی العربی بابت ماہ کانون اول ۱۹۲۹ء میں آیا تھا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۷۱۱-۱۲ لیکن اس وقت میری تمام کوششیں مزید معلومات کے لیے بے سود ثابت ہوئی تھیں) شیخ نے میرے خط کا جواب دیا اور میری ان کی خط و کتابت جاری ہوگئی۔ اپنی کچھ تصانیف بھی انھوں نے بھیجیں جو قدیم طرز پر بعض قصائد کی شروح تھیں۔ بشّار کے دیوان پر میرے کام کی نوعیت شیخ کے کام سے مختلف ہونے کی بنا پر میں نے ان سے عرض کیا کہ اس میں کسی تصادم کا اندیشہ نہیں ہے اس لیے وہ اس کی نقل یا عکس مجھ کو دے دیں۔ شیخ اس کو بطائف الحیل ٹالتے رہے اور میں اصرار کرتا رہا کہ اس میں چار سال گذر گئے۔ جنگ عظیم شروع ہوگئی اور غیر ممالک سے کلی انقطاع ہوگیا۔ جنگ کے ختم ہونے کے بعد پھر مجھے دیوانِ بشّار کی یاد تازہ ہوئی۔ اس کے لئے شیخ کا حال معلوم کرنا ضروری تھا چنانچہ متعدد ذرائع سے پتہ چلانا چاہا مگر جب کامیابی نہ ہوئی تو خود انھیں کے نام سابق پتے پر خط لکھا جس کا جواب انھوں نے دیا اور لکھا کہ اب وہ شیخ الجامعۃ الزیتونیہ ہیں ہم دونوں کو ایک دوسرے کی خیریت معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا کہ میرا مرتب کردہ دیوان ابن درید مصر کی لجنۃ التالیف میں زیر طبع تھا۔ اس کا ایک نسخہ شیخ کو نذر کرنے کا وعدہ کر کے پھر اپنی پرانی خواہش کا اعادہ کیا۔ اس پر انھوں نے اپنی تصنیف مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ مجھے بھیجی اور دیوان کے متعلق لکھا کہ اس کی شرح چھپنے کے لئے لجنۃ التالیف جا چکی ہے اصل دیوان بھی اسی کے ساتھ ہے۔ فوٹو کی بھی اجازت انھوں نے دے دی ان کی ہدایت کے مطابق میں نے لجنۃ کے صدر پروفیسر احمد کے نام متعدد خطوط بھیجے جو سب کے سب ضائع ہوگئے مجبوراً دہلی کے سفیر مصر کا ذریعہ اختیار کیا۔ اس ذریعے سے ان کو خط مل گیا اسی کے جواب میں انھوں نے بتایا کہ اس سے بیشتر ان کو میرا کوئی خط نہیں ملا۔ دیوان کا فوٹو تیار کرنا بخوشی منظور کیا۔ میں نے شیخ کی تحریری اجازت بھیج دی اور جولائی

فوٹو لینے کا کام شروع ہو گیا خدا کا شکر ہے کہ پندرہ سال کے بعد یہ آرزو پوری ہوئی اور ۸ دسمبر ۱۹۶۲ء کو دیوان بشار کا عکسی نسخہ میرے ہاتھ میں آگیا۔

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست — آمد آخر زپس پردہ تقدیر بدید

بشار کا دیوان معدوم ہونے کا خیال مختلف اشخاص کے لئے اس کے اشعار جمع کرنے کا باعث ہوتا رہا۔ دورِ حاضر میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر مارگولیتھ نے اپنا وقت اس کام میں صرف کیا تھا انھوں نے اپنا مجموعہ بعینہ مجھ کو دینے کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن ایفا سے پہلے ان کا انتقال ہو گیا۔ شیخ محمد الطاہر نے مجھے لکھا تھا کہ آٹھ سو اکیاون اشعار انھوں نے جمع کئے ہیں دو مجموعے مصر سے شائع بھی ہوتے۔ ایک احمد حسنین القرنی کا جس کے اشعار کی تخریج ڈاکٹر کرینکو نے کی اور دوسرا حسین منصور کا شرح المختار کی خدمت سے فارغ ہونے کے بعد میں نے بھی تمام عربی لٹریچر کھنگول کر تقریباً ڈیڑھ ہزار اشعار جمع کیے۔

اس دیوان کے ۲۷۵ اوراق ہیں جو شیخ کی شمار کے مطابق سات ہزار آٹھ سو اشعار پر مشتمل ہیں۔ خط قدیم مصری ہے، کوئی تاریخ درج نہیں مگر خط کا انداز شاہد ہے کہ چھٹی صدی ہجری کے آخر کی تحریر ہے۔ شروع میں نہ کسی روایت کا پتہ ہے اور نہ کوئی سند درج ہے بشار کا نسب لکھ کر اس کے کلام کا آغاز ترتیب قوافی کیا ہے۔ بحیثیت مجموعی نسخہ صاف ہے بعض مقامات پر پانی پہنچ جانے کی وجہ سے حروف کچھ مٹ گئے ہیں بیچ میں قدرے خرم بھی ہے۔ سب سے افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ مجموعہ صرف قافیۃ الراء تک ہے جہاں جلد اول تمام ہوتی ہے لیکن موجودہ حالات میں جو کچھ بھی ہے غنیمت ہے کیونکہ تقریباً آٹھ ہزار اشعار کا مہیا ہو جانا کہیں اور سے غیر ممکن ہے۔

آخر میں مجھے ڈاکٹر کرینکو اور مصر کے نامور صاحب قلم، مختلف حیثیتوں کے جامع، اپنے قدیم محترم دوست پروفیسر ڈاکٹر احمد امین بک مدیر ادارہ ثقافیہ جامعۃ الدول العربیہ کا شکر ادا کرنا لازم ہے مسلم یونیورسٹی کے علم دوست وائس چانسلر ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب کا شکر ادا کرنا بھی میرے لئے ضروری ہے جنہوں نے ازراہ ادب نوازی فوٹوگراف کا خرچ منظور فرمایا۔ طویل سامعہ خراشی کی معافی چاہتا ہوں کہ

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم